BA/04-II
Paper - 4

رحمتِ عالم

سوال نمبر ۱: ولادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

جواب: قبیلہ قریش کے سب سے بڑے سردار عبدالمطلب تھے ان کے کئی نامور بیٹے تھے۔ مثلاً ابوطالب، عبداللہ، حمزہ اور عباس وغیرہ۔

انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کا نکاح آمنہ بنت وہب کے ساتھ کیا۔ وہ قریش کے قبیلہ بنی زہرہ کی نہایت شریف بیٹی تھیں۔ نکاح کا تھوڑے سے دنوں کے بعد عبداللہ نے تجارت کے لیے مکہ سے شام کا سفر کیا۔ دوران سفر مدینہ کے قبیلہ بنو نجار میں جہاں ان کا ننھیال تھا ٹھہر گئے اور وہیں پر بیمار ہو کر انتقال کر گئے۔

تاریخ ولادت: حضرت عبداللہ کی وفات کے چند ماہ بعد بروز سوموار صبح کے وقت ۹ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء اسی سال جس میں اصحاب فیل کا واقعہ رونما ہوا تھا آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ حضرت عبدالمطلب اس خبر کو سن کر بہت خوش اور شادمان ہوئے انکا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔ اور عرب کی رسم و رواج کے مطابق ساتویں دن ختنہ کیا۔ عرب کا قبائل کے نسب ناموں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ بنو تمیم کے ایک سردار جو مشہور شاعر فرزدق کی پانچویں پشت میں پڑتا ہے اس نام کا کوئی شخص تمام عرب میں نہیں ملتا۔

رضاعت: سادات قریش کا یہ دستور تھا کہ اپنی اولاد کو بادیہ نشین قبائل کی عورتوں کو پرورش اور دودھ پلانے کے لیے سپرد کر دیتے تھے تاکہ وہ توانا اور تندرست رہیں۔ چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انکے دادا نے بنی سعد کی ایک خاتون کے حوالے کیا۔ ان خوش قسمت خاتون کا نام حلیمہ بنت ابوذویب تھا اور انکے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ تھے۔ جن کی کنیت ابوکبشہ تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دائی حلیمہ نے چار سال تک اپنے پاس رکھ کر پرورش کی اور پھر مکہ میں لا کر ان کی والدہ کے سپرد کر گئیں۔

حضرت آمنہ کی وفات: جب سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے والد نے مدینہ میں وفات پائی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہر سال مکہ سے انکی قبر کی زیارت کو جایا کرتی تھیں۔ اور انکے ہمراہ مدینہ گئے واپسی میں راستہ ہی میں آپکی والدہ بیمار ہو کر وفات پا گئیں اور مقام الابواء جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع تھا وہیں مدفون ہوئیں۔ اس کے بعد عبدالمطلب اپنے یتیم پوتے کو لیکر مکہ واپس آئے وہ ان سے بہت محبت کرتے تھے اور انکو اپنی عزیز ترین اولاد سمجھتے تھے۔

کعبہ کے سایہ میں عبدالمطلب کے لیے فرش بچھایا جاتا تھا، انکے بیٹے ادب سے اس کے کنارے بیٹھتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آتے تو سیدھے فرش پر بیٹھ جاتے ان کے چچا ان کو پکڑ کر کھینچتے کہ اپنے برابر بٹھا لیتے عبدالمطلب کہتے کہ نہیں اس کو چھوڑ دو۔ واللہ میرا یہ فرزند بڑا آدمی ہونے والا ہے۔ پھر ان کو اپنے پاس بٹھاتے اور شفقت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

وفات عبدالمطلب: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ سال کی تھی کہ ان کے دادا حضرت عبدالمطلب نے داغ مفارقت دے گئے، وفات قبل انہوں نے ابوطالب کو جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے انکی پرورش کی وصیت کر دی تھی۔ عبدالمطلب کے دس بیٹوں میں سے ابوطالب، عبداللہ اور زبیر حقیقی بھائی تھے۔ ان تینوں کی والدہ فاطمہ مخزومیہ تھیں۔

سفر شام: بیان کیا جاتا ہے کہ نو سال کی عمر میں آپکو ابوطالب قافلہ تجارت کے ہمراہ ملک شام میں لے گئے۔ جب مقام بصریٰ پہنچے جو رومیوں کے ماتحت تھا تو وہاں ایک راہب نے جس کا نام بحیرہ تھا وہ آپ کے بارے میں ابوطالب سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو واپس لے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دشمن ان کو قتل کر دے۔ کیونکہ ان میں علامتیں پائی جاتی ہیں جو نبی آخر الزمان کی ہیں۔

حرب فجار: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ سال کے تھے تو اس وقت قریش کے دو قبیلے کنانہ اور قیس کے درمیان لڑائی ہوئی اور یہ لڑائی ماہ حرام میں ہوئی تھی۔ اس لڑائی یا جنگ کو ہم حرب فجار کے نام سے جانتے ہیں۔ اس جنگ میں قریش کے سپہ سالار اعظم بنی امیہ تھے اسی طرح

بنی عبد المطلب کے سردار زبیر تھے۔ اس لڑائی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اور دشمنوں کے تیر جنگ میں اپنے چچاؤں کو دیا کرتے تھے۔

حلف الفضول: حرب فجار کے بعد قریش کے قبائل بنی ہاشم، بنی تیم اور بنی اسد وغیرہ نے ملکر مکہ میں قسم کھائی اور عہد کیا کہ کوئی مظلوم خواہ کسی قبیلے کا ہو جب مکہ میں آجائیگا تو ہم اسکی امداد اور حمایت کریں گے۔ یہ حلف عبداللہ بن جدعان کے گھر اٹھائی گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں موجود تھے۔ اس سے متعلق زمانہ رسالت میں فرمایا کہ میں خوش ہوں کہ اس معاہدہ میں میں بھی شریک تھا اور آج اسلام میں بھی اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ کرنا چاہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔ اس کا نام حلف الفضول اس وجہ سے رکھا گیا کہ بنی جرہم کے عہد میں بھی مکہ میں تین سرداروں نے ملکر اس قسم کی حلف اٹھائی تھی اور تینوں کے نام فضل تھے۔

عقدِ نکاح: تاریخ کے حوالے سے ہم سبھی جانتے ہیں کہ پچیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ کبریٰ کے ساتھ ہوا جو قریش کے قبیلہ اسد کے سردار خویلد کی بیٹی اور بہت خلق اور ثروت میں ممتاز تھیں۔ ان کا دستور یہ تھا کہ اپنا تجارتی سامان کسی کو اجیر مقرر کرکے شام اور یمن کے بازاروں میں بھیجا کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ امین مشہور تھے۔ اس لئے درخواست کی کہ آپ میرا تجارتی سامان لیکر جائیں تو آپ نے منظور فرمالیا اور ملک شام میں ان کا مال لیکر گئے۔ حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ بھی ہمراہ تھا وہاں بہت نفع حاصل ہوا۔

اس سفر سے واپس آنے کے بعد حضرت خدیجہ نے جو بیوہ تھیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی لونڈی کو بھیج کر نکاح کی درخواست کی آپ نے رضامندی کا اظہار کیا اور ابوطالب سے ذکر فرمایا۔ انہوں نے حضرت خدیجہ کے چچا کو پیغام دیا۔ دونوں طرف سے لوگ جمع ہوئے اور نکاح ہوگیا حضرت خدیجہ کی عمر اس وقت چالیس سال کی تھی۔

تجدیدِ کعبہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال کی تھی کہ قریش نے کعبہ کی عمارت کو جو سیلاب کی وجہ سے خراب ہوگئی تھی، نئے سرے سے تعمیر کرنے کا ارادہ کیا لیکن پرانی دیواروں کو گرانے کی ہمت کسی کی نہیں تھی۔ آخر ولید بن مغیرہ نے ابتدا کی اور جب لوگوں نے دیکھا کہ اس کے اوپر کوئی آفت نہیں آئی تو پھر سب شریک ہوگئے۔

جن بنیادوں پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے دیواریں اٹھائی تھیں وہاں تک کھود کر پھر از سرِ نو انہیں تعمیر شروع کی۔ جدہ کے ساحل پر ایک رومی جہاز ٹوٹ گیا تھا اسکی لکڑی خرید لی گئی اور ایک رومی بڑھئی جس کا نام باقوم تھا اس کے کوٹھے کا ٹھیکہ لیا باقی تمام کام خود اہلِ قریش کرتے تھے۔

حجرِ اسود: حجرِ اسود کے لگانے کا جب وقت آیا تو قبائل میں نزاع واقع ہوگئی۔ کیونکہ ہر ایک سردار اس شرف کا خواہاں تھا کہ میں اس پتھر کو اسکی جگہ پر نصب کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ کل جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں آئے گا اسی کی بات مانی جائیگی۔ تمام لوگوں نے اس فیصلہ کو قبول کیا۔ دوسرے دن اہل جمع ہمارے حضرت وہاں سب سے پہلے تشریف فرما تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے حکم مانا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پتھر کو اٹھا کر ایک چادر میں رکھ دیا اور روساء قبیلہ سے کہا کہ تمام لوگ اس چادر کو کنارے پکڑ کر اٹھائیں۔ جب وہ اپنی جگہ کو پہنچ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے اٹھا کر اس کو نصب فرمادیا۔ اس فیصلہ سے سب لوگ خوش ہوگئے اور کسی میں رنجش نہیں ہونے پائی۔